# امام زین العابدین علیہ السلام

<?xml encoding="UTF-8"?>

امام زین العابدین علیہ السلام روحانیت و معنویت کے سرخیل ہیں۔ ان کی زیارت گویا حقیقتِ اسلام کی زیارت ہے۔ آپؑ کی نمازیں‘ روح کی پرواز ہوتی تھی اور آپؑ پورے خضوع و خشوع کے ساتھ بارگاہِ پروردگار میں کھڑے ہوتے تھے۔ آپؑ محبت کے پیغام بر تھے۔ جب کبھی کوئی ایسا غریب و بے کس نظر آتا جو دوسروں کی توجہ سے محروم ہوتا تو اس کی دلجوئی کرتے اور اسے اپنے گھر لے جاتے۔
ایک دن آپؑ نے چند لوگوں کو دیکھا جو جذام کے مرض میں مبتلا تھے اور لوگ انہیں دھتکار رہے تھے، آپؑ انہیں اپنے گھر لے گئے اور ان کا خیال رکھا۔ امامؑ کا شریعت کدہ غریبوں، یتیموں اور بے کسوں کے لئے پناہ گاہ تھا۔ (سیری در سیرہ ائمہ اطہار، شہید مطہری) مدینہ منورہ میں شورش کرنے والوں نے جب بنو امیہ کو وہاں سے نکال باہر کیا تو مروان، جو کہ امامؑ کا جانی دشمن تھا، اس نے امامؑ سے درخواست کی کہ اس کے خاندان کو اپنے گھر میں پناہ دے دیں۔ امامؑ نے اپنی بزرگواری سے اس کی درخواست کو قبول کرلیا۔ چنانچہ جس دور میں مدینہ منورہ قتل و غارت کا گڑھ بنا ہوا تھا، امامؑ کا گھر بے پناہوں کی پناہ گاہ تھا اور متعدد خاندان آپؑ کی پناہ میں آئے ہوئے تھے اور امامؑ نے شورش ختم ہونے تک ان کی مہمان نوازی فرمائی۔ (اعیان الشیعہ، محسن الامین جلد ۱)

## امامؑ کے القاب:

سید العابدین، زین العابدین، سید المتقین، امام المومنین، سجاد اور زین الصالحین، یہ چوتھے امامؑ کے چند القاب ہیں، جن میں سے زین العابدین اور سجاد کو زیادہ شہرت ملی۔ یہ ایسے القاب نہیں ہیں جو تمام عرب اپنے بچوں کو ولادت کے وقت ہی یا بچپن میں دے دیا کرتے تھے۔ بلکہ یہ القاب قدر شناس جوہریوں اور انسان کی تلاش میں سرگرداں لوگوں نے آپؑ کو دیئے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس تاریک دور میں ظالموں کے ہاتھوں پریشان تھے اور امامؑ کی ذات میں ان کو ایک ایسا شخص دکھائی دیتا تھا جسے بڑے بڑے دانشور بھی روزِ روشن میں ڈھونڈ نہیں سکتے تھے۔
یہ القاب دینے والے اکثر لوگ نہ شیعہ تھے اور نہ وہ آپؑ کو خدا کی جانب سے برگزیدہ امام مانتے تھے۔ اس کے باوجود جو صفات انہیں آپؑ کے اندر دکھائی دیتی تھیں، وہ اسے نظرانداز نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ہر لقب مرتبہ کمال، درجہ ایمان، مرحلہ اخلاص و تقوی کی نشاندہی کرتا ہے نیز صاحبِ لقب پر لوگوں کے ایمان اور اعتماد کا بھی مظہر ہے کہ آپؑ ان خصوصیات کا حقیقی مظہر تھے اور اس بات پر سب متفق ہیں۔

## امام زین العابدینؑ کے دور کے حالات اور ذمہ داریاں:

امام زین العابدینؑ کا دور بہت سخت اور دشوار تھا۔ یہاں تک کہ آپؑ خود فرماتے ہیں: ”اگر کسی پر کفر کی تہمت لگائی جاتی تو یہ اس سے بہتر تھا کہ اس پر تشیع کا الزام لگایا جاتا۔“ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۲) نیز فرمایا: ”مکہ او ر مدینہ میں بیس لوگ ایسے نہیں ہیں جو ہم سے محبت کرتے ہوں۔“ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ٤)

آپؑ کے دور میں اموی خاندان لوگوں پر پوری طرح سے غالب تھا کہ لوگوں پر ظلم و ستم روا رکھنے کے علاوہ ان کے دین کی تحریف پر بھی تُل گئے تھے۔ چنانچہ صحابی رسولﷺ، جناب انس بن مالک گریہ کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: ”جو باتیں زمانِ رسولﷺ میں موجود تھیں، ان میں سے کچھ بھی نہیں ملتا۔ جو چیزیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھی ہیں ان میں سے صرف نماز بچی ہے کہ اس میں بھی بدعتیں پیدا ہوگئی ہیں۔“ (امام سجاد قہرمان مبارزہ با تہاجم فرہنگی جلد ۱) مشہور مورخ مسعودی کہتا ہے: ”علیؑ بن الحسینؑ نے خفیہ طور پر تقیہ کے ساتھ اور انتہائی کٹھن دور میں امامت کی ذمہ داری سنبھالی۔“ (اثبات الوصیہ، مسعودی جلد ٤) امامؑ نے دوراندیشی اور اعلی تدبیر اختیار کرتے ہوئے بہترین انداز سے کام کیا اور وحی کے روشن چراغ کو بجھنے سے بچایا۔ آپؑ نے آسمان سے نازل ہونے والے خالص دین کو طوفانِ حوادث کے درمیان سے صحیح سلامت نکال کر اگلی نسلوں کے حوالے کیا اور اہلبیتؑ کے نام کو زندہ رکھا۔ مناسب حالات فراہم نہ ہونے کی وجہ سے قیام سے پرہیز، دعا کے قالب میں عظیم ثقافتی کام کا بیڑہ اٹھانا، ہر مناسب موقع پر شعور کو جھنجھوڑنا، عزائے سید الشہدائؑ میں زار و قطار رونا .. حصولِ مقصد میں آپؑ کے کامیاب اقدامات کا ایک حصہ ہے۔

## تہذیبی حملے کا زبردست مقابلہ اور امام سجادؑ:

دینِ اسلام کسی بھی دور میں تہذیبی حملوں سے محفوظ نہیں رہا اور نہ ہے۔ بعض اوقات بعض معصومین کے دور میں یہ حملے عروج پر پہنچ جاتے تھے اور ایسے ہی خطروں کا مقابلہ کرتے ہوئے عاشورا جیسا خونی معرکہ درپیش آجاتا تھا۔ امام سجادؑ بھی ایک ایسے دور میں زندگی گزار رہے تھے کہ جب اخلاقی اقدار اور خالص اسلامی تہذیب کو طاقِ فراموشی کے سپرد کیا جارہا تھا اور پست اقدار اور اخلاقی کمزوریاں جابجاپھیلی ہوئی تھی۔ امامؑ نے ان ناگوار حالات میں بھی دشمن کے لئے میدان کو خالی نہ چھوڑا۔ امامؑ نے علی الاعلان قیام سے پرہیز کرتے ہوئے اس بات کی کوشش کی کہ دشمن ان کی جانب متوجہ نہ ہو جائے۔ اس کے بجائے، دھیمے اور خفیہ طریقے سے نیک انسانوں کی تربیت اور ان کو درست نظریات کی تعلیم نیز ان کو آنکھیں کھولنے کا پیغام دیتے ہوئے تہذیبی و ثقافتی حملے کا مقابلہ کیا اور اس تہذیبی حملے کے میدان میں کامیاب و کامران رہے۔ اس بارے میں ہم صرف ایک حوالہ پیش کریں گے یعنی صحیفہ کاملہ، جو کہ خدا مخالف اور غیراسلامی تہذیبوں کے حملوں کے مقابل صدیوں سے ہدایت کی تشنہ اور تکامل کی خواہاں روحوں کے لئے آبِ گوارا کی مانند ہے۔

## امام کے قیام نہ کرنے کا سبب

عظیم لوگوں کی کامیابی کا ایک راز حالات سے آگاہی اور اپنے زمانے کی پہچان ہے۔ یہ حضرات اپنے اردگرد ہونے والے حالات و واقعات کا درست جائزہ لینے کے بعد اپنے رویے کا انتخاب کرتے ہیں۔ لہذا نہ ہمیشہ تحریک چلاتے ہیں اور نہ ہمیشہ صلح کی حالت میں رہتے ہیں۔ بلکہ زمانے کی مصلحت اور حالات کے تقاضے ان کے لئے جنگ یا صلح کومعین کرتی ہے۔

امام سجادؑ بھی اس قاعدے سے مستثنی نہیں تھے۔ آپؑ نے درست طور پر اور قابلِ ستائش انداز سے مصلحت کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ دین کی استقامت و پائداری کے لئے اب مقابلے کا انداز بدلنا ہوگا۔ درحقیقت معاشرے میں حکمفرما سخت وحشت انگیز اور آمرانہ فضا اور ظالم اموی حکومت کے سخت کنٹرول اور تسلط کی وجہ سے ہر قسم کی مسلحانہ تحریک کی شکست پہلے ہی سے واضح تھی اور کوئی معمولی سی بھی حرکت حکومتی جاسوسوں سے چھپ نہیں سکتی تھی۔

اسی بنا پر امامؑ یہ دیکھ رہے تھے کہ درست اور عاقلانہ طریقہ کار یہی ہے کہ مقابلہ کا انداز بدل دیا جائے اور دعا کے قالب میں ظالم کا مقابلہ کر کے اگلی نسلوں تک اپنا پیغام پہنچایا جائے۔ گویا امام سجادؑ اسی دردناک حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دعا کے قالب میں خدائے متعال سے عرض کرتے ہیں: (خدایا!) کتنے ہی ایسے دشمن تھے جنھوں نے شمشیر عداوت کو مجھ پر بے نیام کیا اور میرے لئے اپنی چھری کی دھا ر کو باریک اور اپنی تندی و سختی کی باڑ کو تیز کیا اور پانی میں میرے لئے مہلک زہروں کی آمیزش کی اور کمانوں میں تیروں کو جوڑ کر مجھے نشانہ کی زد پر رکھ لیا اور ان کی تعاقب کرنے والی نگاہیں مجھ سے ذرا غافل نہ ہوئیں اور دل میں میری ایذا رسانی کے منصوبے باندھتے اور تلخ جرعوں کی تلخی سے مجھے پیہم تلخ کام بناتے رہے۔" (صحیفہ کاملہ دعائے ٤٩)

امام سجادؑ نے آزادی کے ساتھ تحریک چلانے کے لئے حالات کو نامناسب دیکھتے ہوئے بالواسطہ مقابلہ کیا اور حقیقی اسلام کی ترویج اور استحکام کے لئے حکیمانہ سیاست اختیار کی جس کے بعض نکات درج ذیل ہیں:

### ١۔ عاشورائ کی یاد کو زندہ رکھنا:

امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی شہادت اموی حکومت کے لئے بہت مہنگی ثابت ہوئی تھی۔ رائے عامہ ان کے خلاف ہو گئی تھی اور اموی حکومت کا جواز خطرے میں پڑ گیا تھا۔ چنانچہ اس اندوہناک واقعے کی یاد کو تازہ رکھنے اور اس کے عظیم اثرات کے حصول کے لئے امامؑ شہدائے کربلا پر گریہ کرتے رہے اور ان کی یاد کو زندہ رکھتے ہوئے، گریہ کی صورت میں منفی مقابلہ جاری رکھا۔ اگرچہ یہ بہتے آنسو جذباتی بنیادوں پر استوار تھے لیکن اس کی اجتماعی برکات اور سیاسی آثار بھی بے نظیر تھے۔ یہاں تک کہ عاشورائ کے نام کی جاودانگی کا راز امام زین العابدینؑ کی اسی گریہ و زاری اور عزاداری کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

## ٢۔ وعظ و نصیحت:

اگرچہ امام سجادؑ اپنے دور کے گھٹن آلود ماحول کی وجہ سے اپنے افکار و نظریات کو کھل کر بیان نہ کرسکے، لیکن ان ہی باتوں کو وعظ و نصیحت کی زبان سے ادا کر دیا کرتے تھے۔ ان مواعظ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ حکمت کے ساتھ، لوگوں کو موعظہ کرتے ہوئے جو چیز چاہتے ان کو سکھا دیا کرتے تھے۔ اور اس دور میں درست اسلامی نظریات کی تعلیم کا بہترین انداز یہی تھا۔

## ٣۔ درباری علمائ کا سامنا اور ان سے مقابلہ:

درباری علمائ عوام الناس کے اذہان اور ان کے افکار کو فاسق و فاجر حکمرانوں کی جانب راغب کرتے تھے تاکہ حکومت کو قبول کرنے کے لئے رائے عامہ کو ہموار کیا جائے اور حکمران اس سے اپنے مفادات حاصل کر سکیں۔ بنابریں، امام سجادؑ گمراہی اور بربادی کی جڑوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بنیادی سطح پر حقیقی اسلامی ثقافت کی ترویج کے لئے کوششیں کرتے تھے اور لوگوں کو ان جڑوں کے بارے میں خبردار کیا کرتے تھے جن سے ان ظالموں کو روحانی غذا ملتی تھی۔

## ٤۔ انکشافات کے لئے ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھانا:

امام سجادؑ کے دور میں تحریک کے لئے حالات مناسب نہ تھے، لیکن حالات کی سختی آپ کو مناسب مواقع پر حقائق کے انکشاف سے بازنہ رکھ سکے۔ بطورِ مثال اپنی اسیری کے دوران جب دربارِ یزید میں آپؑ کو کچھ دیر گفتگو کا موقع ملا، تو منبر پر جاکر فرمایا:
”اے لوگو! جو مجھے نہیں پہچانتا میں اس سے اپنا تعارف کرواتا ہوں،میں مکہ و منی کا بیٹا ہوں، میں صفا و مروہ کا فرزند ہوں، میں فرزندِ محمد مصطفی ہوں کہ جن کا مقام سب پر واضح اور جس کی پہنچ آسمانوں تک ہے۔ میں علی مرتضی اور فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں۔۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے تشنہ لب جان دی اور اس کا بدن خاکِ کربلا پر گرا۔
اے لوگو! خدائے متعال نے ہم اہلبیت کی خوب آزمائش کی ۔ کامیابی، عدالت اور تقوی کو ہماری ذات میں قرار دیا۔ ہمیں چھ خصوصیات سے برتری اور دوسرے لوگوں پر سرداری عطا فرمائی۔ حلم و علم، شجاعت اور سخاوت عنایت کی اور مومنین کے قلوب کو ہماری دوستی اور عظمت کا مقام اور ہمارے گھر کو فرشتوں کی رفت و آمد کا مرکز قرار دیا۔ “
(مناقب آل ابیطالبؑ، ابن شہر آشوب جلد ٤)